میں بھیجا گیا، پھر آپ کی شفاعت سے انہیں نکالا جائے گا۔ خوارج اور معتزلہ مرتکب کبیرہ کو ہمیشہ جہنمی سمجھنے کی وجہ سے شفاعت کی آخری دو قسموں کو نہیں مانتے۔ قاضی عیاضؒ نے دو دلیلوں کے ذریعے ان پر رد کیا ہے:

(أ) مرتکب کبیرہ کی شفاعت کے سلسلہ میں متواتر احادیث آئی ہیں۔ (ب) صحابہ ﷺ اور اہل سنت کا اجماع ہے۔

اہل کبیرہ کی شفاعت میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ دوسرے بھی شریک ہوں گے یعنی انبیاء کرام، شہداء، صلحاء اور دوسرے اہل ایمان بھی اللہ کی اجازت سے سفارش کریں گے ۔[انظر: تفسیر الطبری، القرطبی، الشنقیطی، شرح العقیدة الطحاویة ص ۲۲۹-۲۳۵، شرح العقیدة الواسطیة للشیخ ابن العثیمین ۲/۱۶۸-۱۷۹]

❀❀......❀❀

دہشت گردی کا المناک حادثہ

عبدالرحیم روزی

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ وطن عزیز میں محتاج تعارف شخصیت نہیں تھے۔ اور اہل علم وتحقیق کی صفوں میں ایک طویل قامت اور قد آور شخصیت تھے۔ مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد وزارتِ شئون اسلامیہ واوقاف سعودی عربیہ نے آپ کی فطانت دیکھ کر پاکستان میں داعی مقرر کیا۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں، کئی اہم کتب کا اردو ترجمہ کیا۔ علماء کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپ اور سیمناروں میں آپ کا خطاب مشعلِ راہ، روحانی امراض کے لیے مسیحا جویانِ علم کے لیے ابن تیمیہ اور غزالی تھے۔ علم العقیدہ وعلم الکلام پر بولتے تو فلسفیانہ رنگ غالب آتا تھا۔ اہل فہم کے لیے تریاق تھا۔

17 مارچ کو دو نامعلوم اشخاص نے آپ کے گھر گھس کر نہایت ہی سفاکانہ انداز میں شہید کر ڈالا اور آپ کی گاڑی بھی لے کر فرار ہوگئے۔ اس طرح وطن عزیز میں کئی سالوں سے پیش آنے والے افسوسناک واقعات کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔ سنجیدگی، بین المذاہب رواداری، ہر ایک کے ساتھ پرامن رہنے کی تلقین اور اعتدال پسندی آپ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ ٹی وی کی سکرین پر میڈیا کے لوگ آپ کو بطور مہمان لاتے اور آپ پارلیمانی اور عالمانہ انداز میں گفتگو فرماتے جو سامعین کے دلوں میں اتر جاتی۔ نہیں معلوم قاتلوں کو آپ کے قتل میں کیا جواز نظر آیا۔ آپ جیسے بے ضرر اور صرف علم سے دوستی رکھنے والی شخصیت کے ساتھ کیا دشمنی تھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف کو غریق رحمت کرے اور وطن عزیز کو امن وسلامتی کی دولت سے نواز دے۔

(جمعیت اہلحدیث بلتستان)

درس حدیث قسط: ۳

رحمة للعالمین ﷺ کی شفقت

ابو محمد عبد الوہاب خان

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ: "عرضت عليّ الأمم فجعل النبی والنبیان یمرون معهم الرهط والنبی لیس معه أحد، حتّى رفع لی سواد عظیم قلت ما هذا؟ أمتی هذه؟! قیل: بل هذا موسٰی وقومه. قیل: انظر إلى الأفق، فإذا سواد یملأ الأفق. ثم قیل لی: انظر ها هنا ـ في آفاق السماء ـ فإذا سواد قد ملأ الأفق. قیل هذه أمتک. ویدخل الجنة من هؤلاء سبعون ألفاً بغیر حساب، ثم دخل ولم یبین لهم. فأفاض القوم وقالوا: نحن الذین آمنا باللہ واتبعنا رسوله فنحن هم أو أولادنا الذین ولدوا في الإسلام، فإنا وُلدنا في الجاهلیة. فبلغ النبی ﷺ فخرج فقال: **"هم الذین لا یسترقون ولا یتطیرون ولا یکتوون وعلٰى ربهم یتوکلون."** فقال عکاشة بن محصن: أمنهم أنا یارسول اللہ؟ قال: **"نعم"** فقام آخر فقال أمنهم أنا؟ قال: **"سبقک بها عکاشة."** [صحیح البخاری کتاب الطب باب ۱۷ ح ۵۷۰۵، باب ۴۲ ح ۵۷۵۲، وکتاب الرقاق باب ۵۰ ح ۶۵۴۱]

مفردات حدیث:

عرضت عليّ الأمم: "مجھ پر ساری امتیں پیش کی گئیں" یعنی دکھلائی گئیں۔

امام احمدؒ اور بزارؒ نے صحیح سند سے روایت کی ہے: "**عرضت عليّ الأنبياء الليلة بأممها**......"

امام ابن حجرؒ نے ترمذیؒ اور نسائیؒ کے حوالے سے بشرطِ صحت لکھا ہے کہ یہ واقعہ اسراء کے موقع پر پیش آیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ اسراء اگر ثابت ہے تو مدینہ منورہ میں ہوا جو کہ مکہ مکرمہ کے واقعے سے مختلف ہے۔ اور آخر میں لکھا ہے: "**ومعظمها في المنام**" (**واللہ أعلم**) [فتح الباری ۱۱/۴۱۵ کتاب الرقاق باب ۵۰ تحت ح ۶۵۴۱]

معلوم ہوتا ہے کہ اس اسراء کا واقعہ خواب کے ذریعے پیش آیا تھا۔

الــرَّهْــط: قوم، قبیلہ۔ 3 سے 10 تک خالص مردانہ گروہ۔ جب عدد کی طرف اضافت ہو تو افراد مراد ہوتے ہیں:

﴿**وكان في المدينة تسعة رهط**......﴾ [النمل ۴۸] یعنی نو (دہشت گرد) آدمی۔

سواد: سیاہی، وجود۔ سواد الناس: عام لوگ۔

الأُفُق: کنارہ، آسمان کا کنارہ۔ ﴿وهو بالأفق الأعلیٰ ۞﴾ [النجم ۷] ﴿ولقد راٰه بالأفق المبين ۞﴾ [التکویر ۲۲] یعنی رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو آسمان سے اترتے ہوئے (اصلی شکل میں) دیکھا۔ ﴿سنريهم اٰياتنا في الأفاق﴾ [فصلت ۵۳] ''ہم عنقریب انہیں زمین وآسمان میں حدنگاہ تک قدرت الٰہی کی نشانیاں دکھلائیں گے۔''

أفاض: فاضَ يفِيضُ فَيْضًا: بڑھ جانا، بھر جانا، بہنا۔ أفاض القوم: لوگوں کا زیادہ باتیں کرنا۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی آیا ہے: ''هم الشهداء'' اور ''من رق قلبه للإسلام.''

[فتح الباری ۱۱/۶۱۴]

لا يسترقون: رَقٰى يَرْقِيْ رَقْياً رُقِياً رُقْيَةً: نفع یا ضرر کے لیے منتر وغیرہ پڑھنا۔ یہاں حصول نفع یا دفع ضرر کے لیے جائز دعاؤں کے ذریعے دم کرنا مراد ہے۔ ﴿كلا إذا بلغت التراقي ۞ وقيل من راق ۞﴾ [القیامۃ ۲۶-۲۷] ''بالکل نہیں، جب جان ہنسلی تک پہنچے گی۔ اور کہا جائے گا کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا!''

لا يتطيرون: اِطَّيَّرَ وتَطَيَّرَ: بدفالی لینا، بدشگونی لینا۔ ﴿قالوا إنا تطيرنا بكم...... قالوا طائركم معكم﴾ [یٰس ۱۸-۱۹] ''انہوں (کافروں) نے (مبلغین سے) کہا: بیشک ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں...... انہوں نے جواب دیا: تمہاری نحوست تو (باطل پر اصرار کی وجہ سے) تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے۔''

لا يكتوون: كَوَى يكوِي كَيّاً: داغنا، یعنی لوہا وغیرہ گرم کر کے زخم یا مرض کی جگہ پر داغ لگانا۔ یہ علاج کا ایک تکلیف دہ طریقہ ہے۔ اور اسی مناسبت سے استری کو ''مِكْوَاة'' کہا جاتا ہے۔

﴿يوم يحمٰى عليها في نار جهنم فتكوىٰ بها جباههم وجنوبهم وظهورهم﴾ [التوبۃ ۳۵] ''اس دن (مانعین زکاۃ کے مال کو) جہنم کی آگ میں تاپ کر ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔''

يتوكلون: وَكَلَ يَكِلُ وَكلاً ووُكُولاً إليه الأمرَ: سپرد کرنا، کسی پر بھروسہ کر کے کام ترک کرنا، تَوَكَّلَ واتَّكَلَ على الله: بھروسہ کرنا۔ شرعی اصطلاح میں مناسب محنت کر کے نتائج کے حصول میں اللہ پر بھروسہ کرنا ''توکل'' کہلاتا ہے۔

مفہوم حدیث: مدینہ منورہ میں ایک دفعہ اللہ پاک نے اپنے خلیل ﷺ کو بعض غیبی حقائق سے آگاہ فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں کا نظارہ کرایا گیا۔ ہر نبی اپنی اپنی امت کے ہمراہ تھا، جن

کی تعداد صفر سے لے کر بیشمار تک تھی۔ان میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت تعداد کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر تھی۔اس کے مقابلے میں آخری نبی ﷺ کی امت کو کمیت اور کیفیت دونوں لحاظ سے برتری حاصل تھی۔کیفیت میں برتری اس طرح کہ ہرامت سے بڑھ کر اس امت میں وہ خوش نصیب زیادہ ہیں جو بغیر حساب کے سیدھے جنت کی طرف روانہ ہوں گے۔

یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے بارے میں بحث کرنے لگے آخر رسالت مآب ﷺ نے ان کے چار خاص اوصاف بیان فرمائے:{1} **وہ دم نہیں کرواتے**: یعنی حصول نفع و دفع ضرر میں ان کا انحصار صرف ذاتی دعا اور توکل پر ہوتا ہے۔

{2} **وہ بدشگونی نہیں لیتے**: جو کہ زمانہ جاہلیت کی وہم پرست عادت تھی۔

{3} **وہ لوہا گرم کر کے داغ لگانے سے اجتناب کرتے ہیں**۔ یہ اُس زمانے میں علاج کی ایک تکلیف دہ قسم تھی جو آخری چارہ کے طور پر جائز ہے۔لیکن توکل کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہو کر اس سے اجتناب کرنا افضل ہے۔

(۴) **ان افضل ایمان والوں کا دم کروانے کے بجائے ذاتی دعا پر اکتفا کرنا**،بدشگونی سے قلب وذہن کو پاک رکھنا اور ضرورت کے باوجود داغ لگوانے سے اجتناب کرنا☆اور جسمانی و قلبی آزمائشوں میں راضی برضائے الٰہی رہنا ثمرہ ہے اعلیٰ درجے کے **توکل علی اللہ** کا۔اس قسم کے مؤمنین کی ایک عمدہ مثال حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ ہے۔

نمونہ سعادت مندی: عکاشة بن محصن الأسدی رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے تھے،قریش کے حلیف قبیلے سے تعلق رکھتے ،اور عرب کی حسین شخصیت تھے۔غزوہ بدر میں دادِ شجاعت دی۔رسول اللہ ﷺ نے **سریة الغمر** کا سپہ سالار بنا کر بھیجا مگر جنگ نہ ہوئی۔تقویٰ کے ساتھ عمر عزیز کی 55 بہاریں گزارنے کے بعد ۱۱ ہجری میں نبوت کے جھوٹے دعویدار **طلیحة بن خویلد** کے ہاتھوں شہادت پائی،بعد میں **طلیحہ** خود بھی تائب ہو کر مسلمان ہوا۔عکاشہ رضی اللہ عنہ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ،ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے حدیث روایت کی ہے۔[الإصابة القسم الأول ٤/ ٤٤٠ ، سیر أعلام النبلاء ١/ ٣٠٧]

☆ حدیث کا ماڈرن ترجمہ جائز ہوتا تو راقم یہاں یہ بھی لکھتا:"**وہ (اپنے کپڑوں پر) استری بھی نہیں کرتے**۔"اس کا قرینہ یہ ہے کہ اسلام میں صفائی ستھرائی کی بڑی اہمیت ہے:"**الطهور شطر الإيمان**" [متفق علیه] "**من كان له شعر فليكرمه**" [**ابوداؤد اللباس باب ٣ ح٤١٦٣ وصححه الألبانی**] لیکن اس میں بھی افراط کی اجازت نہیں دی:" **نهى عن الترجل إلا غباً**" [**الترمذی اللباس باب ٢٢ ح١٧٥٦ وقال حسن صحيح**] اس پر قیاس کرتے ہوئے کپڑوں کو صاف رکھنا لیکن سادگی کے طور پر استری (المکواة) سے اجتناب کرنا افضل ہوتا۔ واللہ أعلم عربی میں کہا جاتا ہے: کَوَیٰ یَکْوِی کَیّاً: ''استری کرنا۔'' (ابو محمد)

حدیث کا پس منظر: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں تعلیم وتربیت اور تزکیہ نفس سے بہرہ ور ہو کر امت اسلامیہ کے لیے ہدایت کے روشن چراغ بن گئے۔انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہر حکم کو دل ودماغ میں بسایا، مبارک زبانوں سے "لبیک وسعدیک" کہا اور اس پر عمل کرنے میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے میں مستعد اور کوشاں رہے۔رضائے الٰہی کے حصول کے لیے فرامین نبویہ پر عمل پیرا ہونے میں کسی ذہنی خلجان یا جانی ومالی نقصان کی ذرہ برابر پروا نہیں کی۔اس سعادت مند طبقے نے دنیا کو محبت حقیقی کا منظر دکھلا کر ہی دم لیا۔

مصور کھینچ وہ نقشہ کہ جس میں یہ صفائی ہو — اُدھر حکم الٰہی ہو اِدھر گردن جھکائی ہو

سچی اطاعت ومحبت کے ان پیکروں نے رب العالمین سے یہ تمغہ امتیاز حاصل کیا: ﴿**فإن آمنوا بمثل مآ آمنتم به فقد اهتدوا**﴾ [البقرة ۱۳۷] "اگر لوگ اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح (اے صحابہ کرام ؓ!) تم ایمان لا چکے ہو، تو یقیناً وہ ہدایت یافتہ ہو گئے۔" توحید اسماء وصفات الٰہیہ ہو یا دیگر نصوص قرآن وسنت کی تفسیر وتشریح، الحمد للہ اہل سنت والجماعت کا اعتقاد، اصولِ تفسیر اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول ﷺ کے کلام کو مِن وعن عام ظاہری وسادہ طریقے سے حقیقی معنی میں تسلیم کیا جائے۔اور بغیر کسی قرینے کے کسی بھی نص شرعی میں تأویل وتحریف سے اجتناب کیا جائے۔ دینی اصولوں کو اپنی عقل کے ترازو میں تولنے والوں نے ابتدائی دور میں اِن اولیائے رحمان کے متعلق کہا: ﴿**أنؤمن كما آمن السفهآء**﴾ [البقرة ۱۳] "کیا ہم (عقل وفہم کے مالک ہو کر) اسی طرح سر تسلیم خم کر سکتے ہیں جس طرح یہ بیوقوف لوگ ایمان لایا کرتے ہیں!" اور عقل پرستی میں انہی کے نقش قدم پر چلنے والے فرقے آج بھی عقائد، تفسیر اور حدیث نبوی میں من مانی تأویلات کرتے ہیں اور اسی نام نہاد قابلیت ومعقولیت پر پھولے نہیں سماتے!!

بہر حال امام اعظم ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو مختلف انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی امتوں کے بارے میں اجمالاً آگاہ فرمایا اور اپنی امت کی تعداد کی کثرت اور اس میں اعلیٰ پائے کے اولیاء اللہ کی عددی برتری کی بشارت دی تو صحابہ کرام ؓ فوراً ان افضل ہستیوں کے بارے میں بحث کرنے لگے اور ہر کوئی یہ فکر کرنے لگا کہ ان جلیل القدر اولیاء میں شامل ہو سکے گا یا نہیں۔اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حسب توقع ان کے شوق اور جستجو کو بھانپ کر ان کے اوصاف بیان فرمائے۔

رب العالمین کی رحمت بیکراں: ابو امامۃ الباہلی ؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "**وعدني ربي أن يدخل الجنة من أمتي سبعين ألفاً لا حساب عليهم ولا عذاب، مع كل ألف سبعون ألفا**

وثلاث حثیاتٍ من حثیاته" [الترمذی القیامة باب ١٢ ح٢٤٣٧ وقال حسن غریب ،ابن ماجه الزهد باب ٣٤ ح٤٣٦٢ ،أحمد ح٢٢٣٠٣ وصححه الألبانی والأرنؤط وزملاؤه] "میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد کو بغیر کسی حساب اور عذاب کے جنت میں داخلہ دے گا اور ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ستر ہزار مزید ایسے خوش نصیب اولیاء کرام ہوں گے۔ان انچاس لاکھ کے علاوہ میرے پروردگار کے تین لپ بھی۔"

آخرت میں رحمة للعالمین ﷺ کی شفقت کا دوسرا مظاہرہ: "بابِ جنت کھلوانا"

عن أبی هریرة ﷺ قال:أتِی رسول الله ﷺ بلحم فرفع إلیه الذراع.وکانت تعجبهُ،فنهس منها نهسة ثم قال:" أنا سید الناس یوم القیامة،وهل تدرون ممّ ذلک؟! یجمع الناس ـالأولین والآخرین ـ فی صعید واحد، یسمعهم الداعی وینفذهم البصر، وتدنوالشمس فیبلغ الناس من الغم والکرب ما لایطیقون ولا یحتملون.فیقول الناس:ألا ترون ما قد بلغکم؟! ألا تنظرون من یشفع لکم إلی ربکم ؟! فیقول بعض الناس لبعض:علیکم بآدم علیه السلام فیأتون آدم علیه السلام فیقولون له:أنت أبوالبشر خلقک الله بیده ونفخ فیک من روحه وأمرالملائکة فسجدوا لک، اشفع لناإلٰی ربک، ألاتریٰ إلٰی ما نحن فیه؟ ألا تری إلٰی ما قد بلغنا؟! فیقول آدم:إن ربی قد غضب الیوم غضباً لم یغضب قبله مثله ولن یغضب بعده مثله، وإنه نهانی عن الشجرة فعصیته، نفسی نفسی نفسی، اذهبوا إلٰی غیری،اذهبوا إلٰی نوح. فیأتون نوحاً علیه السلام فیقولوُن یا نوح علیه السلام إنک أنت أول الرسل إلی أهل الأرض وقد سماک عبداً شکوراً، اشفع لنا إلی ربک ألا تریٰ إلٰی مانحن فیه؟!فیقول:إن ربی عزوجل قد غضب الیوم غضباً لم یغضب قبله مثله ولن یغضب بعده مثله، وإنه قد کانت لی دعوة دعوتها علی قومی، نفسی نفسی نفسی، اذهبوا إلٰی غیری، اذهبوا إلٰی إبراهیم علیه السلام. فیأتون إبراهیم علیه السلام فیقولون: یا إبراهیم أنت نبی الله وخلیله من أهل الأرض، اشفع لنا إلی ربک، ألا تریٰ إلٰی ما نحن فیه؟! فیقول لهم:إن ربی قد غضب الیوم غضباً لم یغضب قبله مثله ولن یغضب بعده مثله وإنی قد کذبت ثلاث کذبات –ذکرهن أبو حیان فی الحدیث– نفسی نفسی،اذهبوا إلٰی موسیٰ علیه السلام فیأتون موسیٰ علیه السلام فیقولون: یاموسیٰ أنت رسول الله فضلک الله برسالته وبکلامه علی الناس،اشفع لنا إلی ربک،ألاتریٰ إلٰی مانحن فیه؟! فیقول

موسیٰ علیہ السلام: إن ربی قد غضب الیوم غضباً لم یغضب قبله مثله ولن یغضب بعده مثلهٗ وإنی قد قتلت نفساً لم أومر بقتلها، نفسی نفسی نفسی، اذهبوا إلیٰ غیری،اذهبوا إلیٰ عیسیٰ علیہ السلام .فیأتون عیسیٰ علیہ السلام فیقولون: یاعیسیٰ (علیہ السلام) أنت رسول الله وکلمته ألقاها إلیٰ مریم وروح منه، وکلمتَ الناس فی المهد صبیاً، اشفع لنا، ألاتریٰ إلیٰ مانحن فیه؟! فیقول عیسیٰ علیہ السلام: إن ربی قد غضب الیوم غضباً لم یغضب قبله مثله ولن یغضب بعده مثله - ولم یذکر ذنباً- نفسی نفسی نفسی،اذهبوا إلیٰ غیری، اذهبوا إلیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیأتون محمداً صلی اللہ علیہ وسلم فیقولون: یا محمد! أنت رسول الله وخاتم الأنبیاء وقد غفرالله لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر، اشفع لنا إلی ربک،ألا تریٰ إلیٰ ما نحن فیه؟! فأنطلِق فآتِی تحت العرش فأقع ساجداً لربی عزوجل، ثم یفتح الله علیّ من محامده وحسن الثناء علیه شیئاً لم یفتحه علیٰ أحد قبلی.ثم یقال یا محمد! أدخل من أمتک من لاحساب علیهم من الباب الأیمن من أبواب الجنة، وهم شرکاء الناس فیما سوی ذلک من الأبواب، ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم:"والذی نفسی بیده إنّ ما بین مصراعین من مصاریع الجنة کما بین مکة وحمیر" أو" کما بین مکة وبُصریٰ." [صحیح البخاری التفسیر ۶۵ سورة الإسراء باب ۵ ح ۴۷۱۲ مع الفتح ۸/۲۴۷ السلفیة، صحیح مسلم الإیمان باب الشفاعة ۳/۶۵-۶۹]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مجلس میں گوشت لایا گیا، جس میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ حصہ کندھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک بار نوچا اور ارشاد فرمایا: "میں روزِ قیامت تمام لوگوں کا سرور ہوں گا۔ کیا تمہیں پتہ ہے کہ یہ کیسے ہوگا؟ پہلوں سے پچھلوں تک تمام لوگوں کو ایک ایسے میدان میں اکٹھا کیا جائے گا کہ پکارنے والا سب کو سنا سکے اور دیکھنے والا تمام کو دیکھ سکے۔ اور سورج قریب لایا جائے گا جس سے لوگ اتنی پریشانی اور اذیت میں مبتلا ہوں گے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے اور برداشت نہیں کر سکتے۔ پھر لوگ آپس میں کہیں گے: کیا تمہیں اپنی حالت نظر نہیں آتی؟! کیوں نہ تم اپنے رب کے سامنے کوئی سفارشی ڈھونڈیں؟! اب لوگ کہیں گے: ہاں چلیں آدم علیہ السلام کے پاس، پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر عرض کریں گے: آپ سارے انسانوں کے باپ ہیں، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور اپنی طرف سے روح پھونکی ہے اور فرشتوں کو حکم دے کر آپ کو سجدہ کرایا ہے۔ آپ اپنے رب سے ہمارے لیے سفارش کیجیے! کیا آپ ہماری حالت کو نہیں دیکھ رہے! کیا آپ کو نظر نہیں آتا کہ ہم کس حالت تک پہنچے ہیں! اس پر حضرت آدم